# از عدالت عظمیٰ[1]

## پریتم

## بنام

## سٹیٹ آف مدھیہ پردیش

تاریخ فیصلہ:26مارچ،1996

[ایم کے مکھرجی اور جی بی پٹنائک، جسٹس صاحبان]

**تعزیراتِ ہند،1860:**

**دفعہ 302اور404-جرائم کے دوملزموں کے مقدمے کی سماعت—ٹرائل کورٹ کے ذریعے بری-عدالت عالیہ نے چشم دید گواہوں پر یقین نہ کرنے میں ٹرائل کورٹ سے اتفاق کیالیکن اقبالِ جرم اور بازیابی سے متعلق شواہد پر انحصار کرتے ہوئے ایک ملزم کو مجرم قرار دیا-قرار پایاکہ، مجسٹریٹ کے ذریعے دفعہ 164(2) مجموعہ ضابطہ فوجداری عدالت عالیہ کی دفعات کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے اقبالِ جرم درج کرنااس پر بھروسہ کرناجائز نہیں تھا-نتیجتاً،ملزم کے بیان کے مطابق کی گئی وصولی کواثباتِ جُرم کی واحد بنیاد نہیں بنایاجاسکتا۔**

**مجموعہ ضابطہ فوجداری،1973:**

**دفعہ 164(2)،(4)اور 379-اعتراف-مجسٹریٹ کے ذریعے ریکارڈنگ—تعمیل کے تقاضے-قرار پایاکہ، مجسٹریٹ کی طرف سے سوالات پوچھنے میں غلطی تاکہ یہ معلوم کیاجاسکے کہ آیاملزم رضاکارانہ طور پر اقبالِ جرم کررہاتھاجس کے نتیجے میں لازمی تقاضے کی تعمیل نہیں ہوئی۔**

اپیلیٹ فوجداری کادائرہ اختیار:فوجداری اپیل نمبر110،سال1986۔

فوجداری اپیل نمبر97،سال1976 میں مدھیہ پردیش عدالت عالیہ کے 3.8.84 کے فیصلے اور حکم سے۔

Ilyas Ahmed Pandit
2025.04.15 12:02
I attest to the accuracy and
integrity of this document

اپیل کنندہ کے لیے ایس ایس کھنڈوجا، وائی پی ڈھنگڑا اور بی کے ستیجا۔

جواب دہندہ کی طرف سے کے این شکلا، پرشانت کمار، ایس کے سنہا اور یو این سنگھ۔

عدالت کا مندرجہ ذیل حکم سنایا گیا:

یہاں اپیل کنندہ پریتم اور اس کے بھائی ایشور لال کو 15 جون 1973 کو ایک چھٹا کے قتلِ عمد اور اس کے جسم سے زیورات اتارنے کے الزام میں سیشن جج مورینا کے سامنے مقدمہ چلایا گیا۔ مقدمے کی سماعت بری ہونے پر ختم ہوئی اور اس طرح مدعاعلیہ ریاست نے اپیل کو ترجیح دی۔ عدالت عالیہ نے اب تک کی اپیل کو خارج کر دیا کیونکہ یہ ایشور لال سے متعلق ہے لیکن اپیل کنندہ کے بری ہونے کے فیصلے کو کالعدم قرار دیتے ہوئے اسے مجرم قرار دیا اور اسے تعزیرات ہند کی دفعہ 302 اور 404 کے تحت سزا سنائی۔ اس اپیل میں واپسی کے مذکورہ حکم کو چیلنج کیا گیا ہے۔

اپنا مقدمہ ثابت کرنے کے لیے استغاثہ نے تین چشم دید گواہوں، پوسٹ مارٹم کرنے والے ڈاکٹر، اپیل کنندہ کا عدالتی اقبالِ جرم اور اس کے بیان کے مطابق کی گئی کچھ بازیافتوں پر انحصار کیا۔ استغاثہ کے شواہد کو قبول کرتے ہوئے جہاں تک یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ چھٹا کی قتل عام سے موت ہوئی ہے، ٹرائل کورٹ نے استغاثہ کی طرف سے پیش کردہ تمام شواہد کو خارج کر دیا تا کہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ اپیل کنندہ جرائم کا مصنف تھا۔ عدالت عالیہ نے ٹرائل کورٹ کے اس نتیجے سے اتفاق کیا کہ تینوں چشم دید گواہوں پر انحصار نہیں کیا جاسکتا لیکن اقبالِ جرم کو رضاکارانہ اور درست پایا اور اس کے مطابق، وصولی سے متعلق شواہد نے اقبالِ جرم کی تصدیق کرتے ہوئے حکم بر آت کو الٹ دیا۔

چونکہ چشم دید گواہوں پر یقین نہ کرنے کے لیے نچلی فاضل عدالتوں کی طرف سے دی گئی وجوہات ٹھوس اور قائل کرنے والی ہیں اس لیے ہمیں ان کی شہادت کو اپنے غور وخوض سے خارج کرنا ہوگا۔ لہٰذا ہم اس بات پر غور کرنے کے لیے آگے بڑھتے ہیں کہ آیا عدالت عالیہ نے اقبالِ جرم کو اپیل کنندہ کی اثباتِ جُرم کی بنیاد بنانے میں جواز پیش کیا تھا۔

ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپیل کنندہ کو 17 جون 1973 کو گرفتار کیا گیا تھا اور اگلے دن مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیے جانے پر تفتیشی افسر کی درخواست کے مطابق اسے پولیس حراست میں بھیجنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ وہ 22 جون 1973 تک اس طرح کی حراست میں رہے جب انہیں

Ilyas Ahmed Pandit
2025.04.15 12:02
I attest to the accuracy and
integrity of this document

مجسٹریٹ کے حکم پر عدالتی تحویل میں بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد انہیں اپنا اقبالِ جرم درج کرنے کے لیے 25 جون 1973 کو مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اسے پیش کرنے پر مجسٹریٹ نے اسے غور کرنے کے لیے دو گھنٹے کا وقت دیا اور پھر اقبالِ جرم ریکارڈ کیا۔ اقبالِ جرم کے بیان (نمائش P11) سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مجسٹریٹ (گواہ استغاثہ 8) نے پہلے اپنی شناخت ظاہر کی اور اسے بتایا کہ وہ کوئی اقبالِ جرم کرنے کا پابند نہیں ہے اور اگر اس نے ایسا کیا تو اسے اس کے خلاف ثبوت کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مذکورہ بالا احتیاط کا انتظام کرنے کے بعد مجسٹریٹ نے اقبالِ جرم ریکارڈ کیا اور پھر دفعہ 164 مجموعہ ضابطہ فوجداری کی ذیلی دفعہ (4) کے تحت مطلوبہ یادداشت پیش کی۔ ہمارے خیال میں، اس طرح ریکارڈ کیا گیا اقبالِ جرم دفعہ 164 مجموعہ ضابطہ فوجداری کی ذیلی دفعہ (2) کی قانونی دفعات کو بالکل نظر انداز کرتا ہے۔ مذکورہ بالا ذیلی دفعہ کے تحت مجسٹریٹ کو پہلے ملزم کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ وہ اقبالِ جرم کرنے کا پابند نہیں تھا اور اگر اس نے ایسا کیا تو اسے اس کے خلاف استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ فوری معاملے میں اس تقاضے کی تعمیل کی گئی ہے، لیکن دوسرا تقاضہ جو مجسٹریٹ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ ملزم سے سوالات کرے تاکہ وہ خود کو مطمئن کر سکے کہ اقبالِ جرم رضاکارانہ تھا تاکہ وہ ذیلی دفعہ (4) کے تحت مطلوبہ سرٹیفکیٹ دے سکے۔ پورا نہیں کیا گیا ہے کیونکہ، فاضل مجسٹریٹ نے کوئی سوال نہیں پوچھا، یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آیا اپیل کنندہ رضاکارانہ طور پر اقبالِ جرم کر رہا تھا۔ دفعہ 164 (2) مجموعہ ضابطہ فوجداری کی لازمی ضرورت کی تعمیل کرنے کے لیے اس طرح کی کھلم کھلا غلطی کے پیش نظر ہمیں یہ ماننا چاہیے کہ عدالت عالیہ اقبالِ جرم کو ثبوت کے طور پر پیش کرنے میں بالکل بھی جائز نہیں تھی، بہت کم، قابل اعتماد۔ ایک بار جب اقبالِ جرم کو غور سے باہر چھوڑ دیا جاتا ہے-جیسا کہ یہ ہونا چاہیے-اپیل کنندہ کو مبینہ جرائم سے جوڑنے کے لیے ثبوت کا واحد دوسرا ٹکڑا مبینہ طور پر اس کے بیان کے مطابق کی گئی بازیافت ہے۔ یہاں تک کہ اگر ہم اس مفروضے پر آگے بڑھتے ہیں کہ اس سلسلے میں استغاثہ کی قیادت میں ثبوت قابل اعتماد ہے، پھر بھی، اس کی نوعیت کو دیکھتے ہوئے، ہم یہ فرض کرنے سے قاصر ہیں کہ وہ دفعہ 404 تعزیراتِ ہند کے تحت جرم کے لیے بھی واحد بنیاد پر اثباتِ جُرم دے سکتا ہے۔

مندرجہ بالا نتائج پر، ہم اس اپیل کی اجازت دیتے ہیں، عدالت عالیہ کے متنازعہ حکم کو کالعدم قرار دیتے ہیں اور اپیل کنندہ کو اس کے خلاف لگائے گئے الزامات سے بری کرتے ہیں۔ اپیل کنندہ جو ضمانت پر ہے اسے اس کے ضمانت مچلکہ سے دستبردار کر دیا جاتا ہے۔

**اپیل منظور کی گئی۔**

Ilyas Ahmed Pandit
2025.04.15 12:02
I attest to the accuracy and integrity of this document